بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہِ وَصَحْبِہِ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

34-شرح العقیدۃ الواسطیۃ: اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا بیان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔ اور ہم پہنچے تھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جملے پر:

وقولہ: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (النمل:30)

آج کی نشست میں (اور شاید اگلی نشست میں بھی) اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا بیان کرتے ہیں اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جو دلائل بیان کیے ہیں اُن کے تعلق سے چند اہم باتیں کرتے ہیں۔ شرح میں فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ جو آیتیں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو ثابت کرنے کے لیے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں:

1- پہلی آیت جو ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (النمل:30)

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت جو ہے مصنف (یعنی شیخ الاسلام رحمہ اللہ) نے اس لیے بیان کی ہے تاکہ حکم کو ثابت کرے، یہ مقدمے کے طور پر بیان نہیں کی جیسا کہ ابتداء میں ہم پڑھتے ہیں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"، بلکہ حکم ثابت کرنے کے لیے ہے۔ اور بسم اللہ کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں ہم پہلے بات کر چکے ہیں اب دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں (سورۃ النمل آیت نمبر 30 میں) ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ تین اللہ تعالیٰ کے نام ہیں: "اللہ، الرحمٰن اور الرحیم"، اور صفات میں سے: "صفۃ الألوھیۃ اور صفۃ الرحمۃ" اس آیت میں ثابت ہوتے ہیں۔

2- دوسری آیت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو ثابت کرنے کے لیے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جو بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ إلى آخر الآية (غافر:7)

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، یہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ (غافر:7)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایمان کتنا عظیم ہے اور اس کا فائدہ کتنا عظیم ہے! فرشتے عرش کے اِرد گرد جو ہوتے ہیں جو عرش کو اٹھانے والے ہیں وہ مومنوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔

اور پھر جو شاہد ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے ثبوت میں وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ (اے ہمارے ربّ! ہر چیز میں وسعت ہے تیری رحمت اور علم کی)۔ (رحمت اور علم کی ہر چیز میں وسعت ہے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں دلالت ہے کہ ہر چیز جہاں تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت وہاں تک پہنچی ہے جہاں تک علم ہے وہاں تک رحمت ہے (سبحان اللہ) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم میں دونوں کو شامل کیا ہے ایک ساتھ، ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ رحمت اور علم کو اللہ تعالیٰ نے جوڑ دیا ہے ایک ساتھ، اور یہ رحمت جو ہے اس آیت کریمہ میں یہ عام رحمت ہے جو تمام مخلوقات کو شامل ہے یہاں تک کہ کافروں کو بھی (یعنی کافروں پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں اور یہ رحمت جو کافروں کے لیے بھی ہے یہ عام رحمت ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس رحمت کو علم سے جوڑا ہے، ہر وہ چیز جہاں تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی وہاں تک پہنچی ہے اور ہر چیز کو شامل ہے یہاں تک کہ کافر پر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

لیکن یہ جو رحمت کافر کے لیے ہے (جو عام رحمت ہے یعنی) یہ صرف جسدی، بدنی اور دنیاوی نعمت ہے یہاں تک قاصر ہے، اور بہت ہی کم ہے اور قاصر ہے مومن کی رحمت کی نسبت میں، جو کافر کو رزق دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اسے نوازتا ہے کھانے سے پینے سے، لباس سے مسکن سے اور شادی بیاہ نکاح وغیرہ سے، اور اس کے علاوہ بھی۔

لیکن مومن کی رحمت جو ہے مومن جو ہے اللہ تعالیٰ اُن پر خاص رحم فرماتا ہے جو اس عام رحمت سے زیادہ خاص ہے اور عظیم ہے کیونکہ جو مومن پر رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی وہ ایمانی ہے دینی ہے اور دنیاوی بھی ہے (ایمان رحمت ہے، دینی رحمت ہے اور دنیاوی بھی ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ مومن جو ہے وہ کافر سے کہیں اچھی حالت میں ہوتا ہے یہاں تک کہ دنیا کے اُمور میں بھی۔

ذرا غور سے سنیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کافر دنیا کے اُمور میں مومن سے زیادہ بہتر ہے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ کافر کی زندگی دنیا کی حد تک ہے، اُس کی ساری جو محنت ہے وہ اسی دنیا کے لیے ہے، دنیا میں جو چیز کم پڑ جاتی ہے اُس کے دل پر اُس کی جان پر اثر اُس کمی کا ہوتا ہے تو وہ کبھی بھی جیسا کہ اس دنیا سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لذت حاصل کرنی ہے اور اس کا حق حاصل کرنا ہے وہ کبھی اس حق کو ادا نہیں کر سکتا نہ کبھی حاصل کر سکتا ہے۔

کھانا پینا، مسکن ہے منکح ہے، شادی بیاہ، بچے پیدا کرنا یہ تو جانور کی زندگی جیسی ہے اور جانور کی زندگی آپ دیکھیں وہ کافر کی زندگی سے زیادہ بہتر ہے اُسے کھانے پینے کی کوئی کمی نہیں ہوتی (سبحان اللہ)، اور اگر کمی ہو بھی جائے تو اسے پتہ ہے کہ اُس کا رازق ہے اُس کو رزق دینے والا، لیکن کافر کے رزق میں جب کمی ہوتی ہے تو اُس کا ربّ ہے نہیں جس کو وہ مانتا ہے تو پھر اسی دنیا کو ہی کوستا رہتا ہے، اس نیچر (Nature) کو جس کو اپنا ربّ سمجھ بیٹھا ہے اسی کو کوستا رہتا ہے! (نعوذ باللہ)۔

الغرض، تو شیخ صاحب فرماتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ مومن جو ہے وہ بہت ہی زیادہ بہتر حالت میں ہوتا ہے کافر کی نسبت یہاں تک کہ دنیا کے اُمور میں بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ذرا غور سے سنیں: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ إلى آخر الآية (النحل:97)۔

﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا﴾(جس نے بھی اچھے عمل کیے نیک عمل کیے)﴿مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى﴾(چاہے نَر ہو یا مادہ میں سے ہو)﴿وَهُوَ مُؤۡمِنٌ﴾(جب کہ وہ ایمان کی حالت میں ہو مومن ہو)﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾(بس ہم یقیناً اسے حیات طیبہ عطا فرمائیں گے)۔

یہ حیات طیبہ کیا ہے؟اچھی زندگی ہے۔صرف آخرت میں جنت میں ہے کیا؟﴿حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ دنیا میں، اور آخرت میں اَجر عظیم جنت کا جو ہے وہ وعدہ موجود ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں:"الحياة الطيبة هذه مفقودة بالنسبة للكفار" یہ جو حیات طیبہ ہے یہ کافر کی زندگی میں مفقود ہے (فقدان ہے اس کا)۔

حیات تو ہے زندہ کافر بھی ہے لیکن حیات طیبہ نہیں ہو سکتی کبھی کیونکہ نہ وہ عمل صالح جانتا ہے اور نہ وہ ایمان کو جانتا ہے اگر کوئی عمل کرتا بھی ہے نیک عمل تو وہ اپنے لیے کرتا ہے دنیا کے لیے کرتا ہے، ربّ تو ہے نہیں جس کو وہ مانتا ہے تاکہ اُس کے لیے کچھ کرے، ایمان تو اُس کا ہے نہیں۔

جب ایمان کا فقدان ہے تو عمل صالح کا بھی فقدان ہے اور حیات طیبہ کا بھی فقدان ہے یاد رکھیں یہ قاعدہ ہے ہمیشہ یاد رکھیں۔جب ایمان کا فقدان ہے تو عمل صالح آپ جتنا بھی کریں وہ عمل تو ہو گا صالح کبھی نہیں ہو گا اگرچہ دیکھنے والے کو عمل صالح ہی کیوں نہ نظر آئے، اور پھر اُس کی زندگی میں حیات تو ہو گی لیکن طیبہ کبھی نہیں ہو سکتی اُس کا بھی فقدان ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں اُن کی زندگی جانوروں جیسی زندگی ہے جب پیٹ بھر جاتا ہے اور اُس کا اخراج بھی ہو جاتا ہے اور جب بھوکا رہتا ہے تو چیختا چلاتا رہتا ہے، کافر ایسے ہوتے ہیں (جب پیٹ بھر جاتے ہیں تو ناشکری پر اُتر آتے ہیں تکبر پر اُتر آتے ہیں اور اگر کچھ نہیں ملتا تو چیختے چلاتے رہتے ہیں) اپنی دنیا سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

لیکن مومن جو ہے جب اُسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اَجر کی امید رکھتا ہے، اور اگر اُسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے تو اُس کے لیے دونوں صورتوں میں خیر ہے (مصیبت میں بھی خیر ہے مشکل حالات میں بھی خیر ہے تنگی کے حالات میں بھی خیر ہے اور کشادگی اور اچھے حالات میں بھی اُس کے لیے خیر ہے) ہمیشہ آپ اُسے دیکھتے ہیں کہ مومن کا دل کشادہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلے کے ساتھ چلتا رہتا ہے،

مصیبت کے وقت کبھی جزع نہیں کرتا اور جب اللہ تعالیٰ اُسے کسی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ ناشکرا کبھی نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک متوازن زندگی گزارتا ہے مستقیم اور معتدل ہے۔

تو یہ فرق ہے دونوں رحمتوں میں عام رحمت میں اور خاص رحمت میں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، لیکن بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے میرے بھائیو! ہم سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں کہ وہ صرف کافروں کے پیچھے لگنا چاہتے ہیں اور اُن کے ساتھ جا ملنا چاہتے ہیں دنیاوی اُمور میں یہاں تک کہ انہوں نے دنیا کو ہی اپنا سارا وقت دیا ہوا ہے اور ساری اُن کی سوچ اور سمجھ اور غم اور ھَمّ دنیا سے جڑا ہوا ہے جب انہیں کچھ دیا جاتا ہے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر اُن سے کوئی چیز لی جاتی ہے یا نہیں دیا جاتا تو وہ ناشکری پر اُتر آتے ہیں، یہ دنیا کے معاملات میں جتنی بھی زیادہ دنیا کما لیں تو اُن کے لیے یہ دنیا جو ہے جحیم اور جہنم بن جاتی ہے اور دنیا کی لذت کبھی حاصل نہیں کر سکتے، دنیا کی صحیح لذت اُن لوگوں نے حاصل کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے رہتے ہیں۔

اس لیے بعض سلف کا یہ قول ہے، فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! اگر بادشاہ اور بادشاہ کے بیٹے یہ جان لیتے جس خیر میں ہم لوگ ہیں تو وہ تلواروں سے ہی اس خیر کو ہم سے چھیننے کی کوشش کریں"۔ کس خیر میں وہ ہیں؟

دنیا کی لذت اور آخرت کی خیر کی اور بھلائی کی امید جو اُن کے دلوں میں ہے اگر بادشاہ بھی (دنیا کے بادشاہ) اور اُن کے بیٹے اُن کو پتہ چل جائے کہ کتنی لذت میں ہیں کتنی دنیا کی بھلائی اور حیات طیبہ جیتے ہیں تو تلواروں سے بھی چھیننے کی کوشش کریں۔ عجیب بات ہے کیا بادشاہ کی حیات طیبہ نہیں ہوتی؟!

اگر ایمان اور عمل صالح جتنا کمزور ہو گا اتنی حیات طیبہ کمزور پڑ جائے گی، اور جتنا ایمان اور عمل صالح مضبوط ہو گا اتنی حیات طیبہ بھی مضبوط ہو گی۔

اس لیے اہل ایمان اور اہل علم کے چہرے پر آپ ہمیشہ رونق دیکھیں گے اُن کے سینے کشادہ ہوتے ہیں دل میں اطمینان اور سکون ہوتا ہے (سبحان اللہ)، دو رکعت پڑھتے ہیں اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے راحۃ البال بن جاتی ہے نماز، ہر نیک عمل کے بعد ایک نئی سی تازگی محسوس ہوتی ہے خوشی طاری ہوتی ہے ہمیشہ بات کرتے ہیں تو

اچھی بات کرتے ہیں کوئی عمل کرتے ہیں تو نیک عمل صالح عمل ہوتا ہے، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور فضل ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور یہ اس لیے ہے (بادشاہ اور بیٹے جو ہیں وہ تلواروں سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں اس خیر کو) کیونکہ اُن کے اور اِن کے بیچ میں جو ہے اس نعیم اور خیر کا فقدان ہے نافرمانیوں کی وجہ سے اور دنیا کی طرف رغبت کرنے اور رکوع کرنے کی وجہ سے اور اُن کی تمام جو فکر ہے جو سوچ ہے اور جو غم ہے اور مبلغ علم جو ہے صرف دنیا سے ہی جڑا ہوا ہے۔

جب فکر آخرت کی ہو گی جب ایمان مضبوط ہو گا اور عمل صالح بھی آسان ہو گا تو حیات طیبہ بھی واللہ آسان ہو جاتی ہے۔ دیکھیں فکر آخرت اور ایمان آپ دیکھتے ہیں کئی آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک ساتھ جوڑ دیا ہے "اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایمان "یعنی جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی فکر اُس کی آخرت کے ساتھ جڑی رہتی ہے کہ اپنی آخرت کو کیسے بہتر کرنا ہے تو اُس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہوتا ہے اُس کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے اور اُس کو ٹھیک کرنے کے لیے اُس کا منہج بھی سیدھا ہو جاتا ہے اور جب اُس کا ایسا معاملہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے عمل صالح کی توفیق بھی دیتا ہے اور جب وہ اس راستے پر چل پڑتا ہے تو اُس کے لیے یہ زندگی بھی طیب ہو جاتی ہے اور اچھی ہو جاتی ہے (سبحان اللہ)۔

"قوله: ﴿رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ "، ﴿رَّحْمَةً﴾ جو ہے اس کا اعراب جو ہے تمیز ہے "محول عن الفاعل" اور ﴿عِلْمًا﴾ بھی کیونکہ اصل یہ جملہ ہے "ربنا وسعت رحمتك وعلمك كل شيء" جو لفظ رحمةً علماً یہ منسوب ہے اصل میں جو ہے یہ "ربنا وسعت رحمتك وعلمك كل شيء" (کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور علم ہر چیز کو وسیع ہے)، لیکن یہ تمیز ہے کیونکہ رحمت اور علم کا جو اعراب ہے وہ فاعل ہے تو فاعل سے یہ تمیز محول ہے تو "رحمتك" کا جو فاعل تھا وہ ﴿رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ "ہو گیا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ربوبیت کی صفت کا ثبوت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عموم رحمت کا اور علم کی صفت کا ثبوت ہوتا ہے۔

3- تیسری آیت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ (الاحزاب:43)

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ﴾، شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)"متعلق بـ (رحیم)" کے ساتھ اور تقدیم معمول جو ہے وہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ صرف مومنوں پر رحم کرنے والا ہے کسی اور پر نہیں کیونکہ اصل جملہ کیا ہے؟"وكان رحيماً بالمؤمنين"۔

توبالمؤمنین پہلے آگیا رحیما بعد میں ہے اور قاعدہ کیا ہے؟ جب فعل کو آگے کر دیا جاتا ہے یعنی جس کی جگہ پیچھے ہے اسے جب آگے کیا جاتا ہے تو کس چیز کی دلالت کرتا ہے یہ؟ حصر پر یعنی صرف اور صرف۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ہم دونوں کو کیسے جمع کر سکتے ہیں اس آیت میں جس میں صرف اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ مومنوں پر رحم کرنے والا ہے کسی اور پر نہیں ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ ؟ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت جو ہے یہاں پر صرف مومنوں پر منحصر ہے صرف مومنوں کے لیے ہے اور پچھلی آیت میں اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ اور یہ کہا ہے کہ یہ وسیع عام رحمت ہے سب کے لیے۔

دونوں کو جمع کیسے کریں گے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ رحمت جو یہاں پر ہے اس آیت میں یہ وہ رحمت نہیں ہے جو اُس آیت میں ہے۔

دیکھیں لفظ ایک ہی ہے رحمت کا صفت ایک ہی ہے لیکن دونوں آیتوں میں جو دلالت ہے رحمت کی وہ مختلف ہے ایک آیت میں عام ہے تمام مخلوقات کے لیے اس میں کافر بھی شامل ہیں، اور دوسری میں خاص ہے صرف مومنوں کے لیے تو کوئی تعارض ہے؟ تعارض بالکل نہیں ہے (سبحان اللہ)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ رحمت جو مومنوں کے لیے ہے یہ خاص ہے مومنوں کے لیے اور یہ آخرت کی رحمت ہے جس سے کافر محروم ہیں پہلی کے علاوہ جو پہلے بیان کر چکے ہیں یہ دونوں میں جمع ہے اور دیکھا جائے تو رحمت تو سب مرحوم ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کو شامل ہے لیکن دونوں رحمتوں میں فرق ہے، خاص رحمت اور عام رحمت میں۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے صفۃ الرحمۃ کا ثبوت ملتا ہے۔

اور مسلکی معاملے کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں اس سے ایمان پر ترغیب کا فائدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان کی طرف رغبت دی جا رہی ہے۔

4- چوتھی آیت کریمہ میں صفت رحمت کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقوله: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾إلى آخر الآية(الاعراف:156)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثناء بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (اور میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے)، تو اپنی حمد وثناء اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس آیت میں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جو ہے ہر چیز کو شامل ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں تمام مخلوقات کے لیے۔

اور اس میں بھی ہم وہی کہیں گے جو دوسری آیت میں کہہ چکے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

5- پانچویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقوله: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾إلى آخر الآية(الانعام:54)

﴿كَتَبَ﴾:یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کر دیا ہے "تمہارے ربّ نے واجب کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو"، اور اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم ہے اور فضل ہے اپنے بندوں پر کہ اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کو واجب کر دیا ہے اور اپنی رحمت کو اپنے غصے پر آگے کر دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت جو ہے اللہ تعالیٰ کے غضب پر غصے پر سبقت لے گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ﴾ (فاطر:45)۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ﴾(اور اللہ تعالیٰ لوگوں کا مؤاخذہ کرے گا)﴿بِمَا كَسَبُوا﴾ (جو وہ عمل کرتے ہیں) ﴿مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ﴾ (تو اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس زمین پر سے باقی نہ چھوڑے (کوئی "دابہ" جو بھی اس زمین پر زندہ چیز ہے (سبحان اللہ))۔

"لكن حلمه ورحمته أوجبت أن يبقى الخلق إلى أجل مسمى "(لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے حلم اور رحمت سے یہ واجب کر دیا ہے کہ مخلوق جو ہے وہ "اَجل مسمی"یعنی قیامت تک زندہ رہے گی (اچھی بھی بُری بھی))۔

نافرمانیاں ہوں گی یہاں تک کہ سب سے بڑی نافرمانی شرک اور کفر تک بھی ہو گا، تو اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے ڈھیل دیتا ہے سب کو کہ ہو سکتا ہے یہ توبہ کرلے واپس پلٹ جائے (فوراً اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتا)، اَجل مسمی تک موت تک اور قیامت تک اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ﴿أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (الانعام:54)، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے ہے۔﴿أَنَّهُ﴾ (بے شک) ﴿مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ﴾ (تم میں سے جس نے عمل کیا) ﴿سُوءًا بِجَهَالَةٍ﴾ (جہالت کی بنیاد پر کوئی گناہ کیا کوئی بُرا عمل کیا) ﴿ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ﴾ (پھر اُس کے بعد اُس نے توبہ کی اور اصلاح کی ہے) ﴿فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے)۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے ہے۔

﴿سُوءًا﴾: یہ نکرۃ فی سیاق الشرط ہے، یعنی عام ہے شامل ہے ہر بُرائی کو یہاں تک کہ شرک بھی اس میں شامل ہے۔

﴿بِجَهَالَةٍ﴾: "يعني: بسفه، ليس المراد بها عدم العلم"، جہالت سے یہاں پر مراد سفہ ہے (بے وقوفی ہے) اور اس سے مراد علم کی نفی نہیں ہے کہ اُسے پتہ ہی نہیں ہے بلکہ بے وقوفی ہے نادانی ہے اور حکمت کے منافی ہے، بغیر حکمت کے بغیر سوچ سمجھ کے بُرائی کر بیٹھتے ہیں کیونکہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تو اُس نے جہالت سے کام لیتے ہوئے اور حکمت کے منافی یہ عمل کرتا ہے اور بے وقوفی کر بیٹھتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ: ﴿ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾۔

تو اس میں جو شاہد ہے وہ کیا ہے؟ ﴿فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ خوب مغفرت کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر رحم کر دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ان الفاظ سے اس لیے ختم کیا ہے اس آیت کا خاتمہ جو ہے ان الفاظ سے اس لیے ہے تاکہ جو توبہ کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کو حاصل کرلے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کیا ہے کیونکہ عدل وانصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ کی جو اُس نے کیا ہے اس کی سزا دے اور جو اُس نے عمل صالح کیا ہے اُس کی اُس کو جزا دے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، کہ اگر کوئی شخص پچاس دن گناہ کرتا رہے پھر وہ توبہ کرلے اور اصلاح کا راستہ اختیار کرے اور پچاس دن اچھے عمل کرتا رہے تو انصاف یہ ہے کہ پچاس دن جو اُس نے نافرمانی کی ہے "خمسین یوماً" پچاس دن جو اُس نے بُرے عمل کیے ہیں اُن کی اُس کو سزا دی جاتی اور جو پچاس دن اُس نے اچھے عمل کیے ہیں اُن کی جزا دی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے رحمت کو اپنے اوپر واجب کر دیا ہے تو پچاس دن جو بُرائی میں چلے گئے تھے وہ ایک لمحے میں ختم ہو جاتے ہیں ایک توبہ سے ختم ہو جاتے ہیں اور اس سے زیادہ جو ہے: ﴿فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾، جیسا کہ سورۃ الفرقان آیت نمبر 70 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ جو بُرائیاں ہیں اُن کو نیکیوں میں اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے)۔ تو جو سابقہ نافرمانیاں ہیں سچی توبہ کے بعد وہ ساری کی ساری نیکیاں بن جاتی ہیں کیونکہ ہر معصیت کی طرف سے توبہ ہے اور ہر توبہ کا اُجر ہے۔

((بعض نسخوں میں "لأن کل حسنة عنها توبة" حسنۃ کا لفظ ہے صحیح لفظ معصیۃ ہونا چاہیے کیونکہ توبہ حسنۃ سے نہیں توبہ معصیت سے کی جاتی ہے تو اس کو درست کرلیں))۔

واضح ہے کہ کسی نے پچاس دن نے عمل کیے توبہ کی ہے اور پچاس دن اچھے عمل کیے ہیں کتنا اُجر ملے گا اُسے؟ اُس کی توبہ سے پچاس دن کی جو بُرائیں تھیں وہ ختم ہو گئی ہیں اور جو اچھے عمل کیے وہ ایکسٹرا (Extra) ہیں نیکیاں ہیں، اور یہ جو پچاس دن جو اُس نے گناہ کیے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ حسنات میں بدل دے گا (سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ اک فضل کتنا عظیم ہے!)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں جو اَثر ہے ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ربوبیت کی صفت ہے اور ایجاب اور رحمت یہ تین چیزیں جو ہیں اس آیت میں موجود ہیں۔

6- چھٹی آیت میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (یونس:107)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (یونس:107)، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ عزّوجلّ ہی غفور رحیم ہے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو ایک ساتھ جوڑا ہے غفور رحیم کو (قرآن مجید میں کئی جگہوں پر الغفور

اور الرحیم ہے) اور حکمت یہ ہے اس میں کہ مغفرت سے جو گناہوں کی سزا ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے اور رحمت سے جو مطلوب ہے جو انسان چاہتا ہے جو بھلائی چاہتا ہے وہ حاصل ہو جاتی ہے اور انسان کو حاجت ہے ان دونوں چیزوں کی، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا بھی محتاج ہے جس سے وہ اپنے گناہوں سے بچ سکے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھی محتاج ہے جس سے وہ اپنے مقصد کو حاصل کرلے (یعنی جو بھی اَجر و ثواب ہے وہ حاصل کرلے)۔

﴿الْغَفُوْرُ﴾: صیغ المبالغہ ہے اصل لفظ غفر سے لیا گیا ہے اور غفر جو ہے وہ مغفر سے لیا گیا ہے، مغفر کہتے ہیں یہ سَر پر جو ایک مجاہد جو ہے سَر پر جو ہیلمٹ یا خوذۃ پہنتا ہے پروٹیکشن (Protection) کے لیے حفاظت کے لیے دشمن کے وار سے اس سے دو فائدے ہوتے ہیں (اس مغفر سے یا ہیلمٹ سے دو فائدے ہوتے ہیں)، پہلا جو ہے وہ پروٹیکشن (Protection) ہے حفاظت ہے سَر کی، اور دوسرا جو ہے یعنی اُس سے جو تکلیف ہے اُس سے بچ جاتا ہے۔ ستر بھی ہے ڈھانپنا بھی ہے اور بچاؤ بھی ہے، دونوں چیزیں ایک لفظ میں شامل ہیں۔

تو غفور میں یا اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے جو ہے بندوں کے گناہ بھی اللہ تعالیٰ ڈھانپ دیتا ہے اور جو سزا اس سے مترتب ہے اللہ تعالیٰ اُس سے بھی درگزر ہو جاتا ہے اور معاف کر دیتا ہے (تو غفور میں گناہوں پر اللہ تعالیٰ پردہ بھی ڈال دیتا ہے اور درگزر کر کے معاف بھی کر دیتا ہے)۔

اور اس کی دلالت جو ہے صحیح حدیث میں متفق علیہ حدیث میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نیک بندے کے ساتھ اکیلا ہو جاتا ہے "يَخْلُو يومَ القيامةِ" (قیامت کے دن) اور "وَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ" (جو گناہ اُس بندے نے کیے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے اقرار کرواتا ہے) "يقولُ: عَمِلْتَ كذَا، وعَمِلْتَ وكذَا؟" (تو نے یہ اور یہ گناہ کیا ہے؟) "حَتَّى يقرّ" (یہاں تک کہ وہ اقرار کر لیتا ہے) "فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ" (پھر اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا) "قَد سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ" ((اللہ اکبر) میں نے دنیا میں تمہارے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تمہیں معاف کر دیتا ہوں)۔ ((یہ غفور ہے))۔

اور ﴿الرَّحِيْمُ﴾ جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں "ذو الرحمة الشاملة" (شامل رحمت والا)، اور اس کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے بھی بات کر چکے ہیں۔

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے (ناموں میں سے) الغفور اور الرحیم ہیں، اور صفات میں سے صفة المغفرة اور صفة الرحمة کا ثبوت ملتا ہے۔

7-اگلی آیت جو ہے ساتویں آیت صفت رحمت کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (یوسف:64)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ آیت جو ہے سیدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے جب اپنے بیٹوں کے ساتھ سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے سگے بھائی کو بھیجا تھا کیونکہ سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے جب پہلی دفعہ ملاقات ہوئی اور اُن سے حال احوال پوچھا جبکہ نہیں پہچانا تھا انہوں نے (سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے پہچان لیا تھا مصر میں جاکر) کہ میں تمہیں یہ مال جو گندم وغیرہ دی ہے جو کیل دی ہے میں تمہیں دوبارہ نہیں دوں گا جب تک کہ تم اپنے بھائی کو نہیں لے کر آؤ گے اپنے ساتھ (کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا ایک اور بھائی بھی ہے جو ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہے جو سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کا سگا بھائی تھا)، تو انہوں نے اپنے والد سے جاکر بات کی سیدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام سے اور حاجت کی وجہ سے اپنے اُس بیٹے کو اُن کے ساتھ بھیجا اور اُس وقت جب جارہے تھے جب وداع کیا اپنے بیٹے کو تو یہ فرمایا: ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (یوسف:64)، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یعنی تم حفاظت نہیں کرنے والے میرے اس بیٹے کی (حفاظت نہیں کرنے والے) لیکن اللہ تعالیٰ ہی حفاظت کرے گا۔

کیونکہ پہلے ہم نے دیکھا ہے کہ یہی بھائی تھے جو سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اور پھر ایک سازش کی اپنے بھائی کے ساتھ اور اپنے والد سے بھی جھوٹ آکر کہا کہ بھیڑیئے نے اسے کھالیا جبکہ اسے کنویں میں پھینک کر آئے تھے، اب وہی (سبحان اللہ) کچھ سالوں کے بعد اسی طریقے سے وہی ایک دوبارہ معاملہ ہونے جارہا تھا کہ بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجیں، اور مصر جانا تھا کیونکہ شرط تھی کہ وہاں کا جو وزیر خزانہ تھا (یعنی سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں) کہ اُس وقت تک تمھیں اپنا اناج وغیرہ نہیں دوں گا میں جب تک کہ تم اپنے بھائی کو ساتھ نہیں لے کر آؤ گے، تو اس وقت سیدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ خاص دعا فرمائی: ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ

﴿الرَّحِمِيْنَ﴾ (اللہ تعالیٰ ہی خوب حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے رحم کرنے والوں سے)۔

اور میرے بھائیو! یہ بہت پیاری دعا ہے اپنی حفاظت کے لیے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لیے، اپنے گھر والوں کی حفاظت کے لیے اپنے پیاروں کی حفاظت کے لیے آپ یہ دعا کر کے دیکھیں بڑی پیاری دعا ہے، اور خصوصی طور پر آج کل کے دور میں جب بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں اور بہت سے مسائل اور مصیبتیں جو ہیں وہ بڑھتی ہوئی نظر آرہی ہیں تو اس دعا سے ان شاء اللہ اپنے بندوں پر خاص رحم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ﴿خَيْرٌ حِفِظًا﴾: ﴿حِفِظًا﴾: جو ہے علماء فرماتے ہیں کہ تمیز ہے جیسے عرب کہتے ہیں "لله دره فارساً. وقيل: إنها حال من فاعل ﴿خَيْرٌ﴾ في قوله: ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ﴾ ، أي: حال كونه حافظاً"۔ الغرض، تو لفظ ﴿حِفِظًا﴾ جو ہے یہ تمیز ہے کیونکہ منصوب ہے۔ یہ کہاں سے آیا ہے؟ فاعل سے آیا ہے، یعنی "حال كونه حافظاً"۔ شاہد یہ ہے اس آیت میں سے ﴿وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾۔

صفت رحمت کے ثبوت میں جو شاہد ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صفت رحمت کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب رحم کرنے والوں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، تمام مخلوقات کی رحمت کو اگر جمع کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے زیادہ ہے اور سب سے عظیم ہے، اور مخلوقات میں سب سے زیادہ رحم کرنے والی ماں ہوتی ہے اپنے بچوں پر اور ماں کی رحمت کے برابر کسی کی رحمت ہو ہی نہیں سکتی لوگوں میں سے یہاں تک کہ باپ جب اپنے بچوں پر رحم کرتا ہے وہ ماں کی طرح ہو نہیں سکتا غالباً جو ہے۔

اور ایک پیارا قصہ ہے متفق علیہ حدیث میں کہ ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ ختم ہونے کے بعد یہ دیکھا کہ ایک عورت ہے اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی ہے بہت پریشان ہے جب اپنے بچے کو دیکھا تو اپنے سینے سے لگایا لوگوں کے سامنے، اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ نظارہ دیکھا تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالنے والی ہے کبھی (کبھی عورت اپنے

بچے کو آگ میں ڈالے گی ؟)۔ تو عرض کرتے ہیں صحابہ "لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ"(ہر گز نہیں اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !)، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:" کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جیسے کہ یہ اپنے بچے پر رحم کر رہی ہے"۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت سے زیادہ رحم کرنے والا ہے یعنی یہ عورت اپنے بچے پر کیسے رحم کرنے والی ہے اس کو نہ تو اپنی جان کی پرواہ ہے کہ جنگ ہے میں قتل ہو جاؤں گی، یا کوئی تیر لگے گا یا تلوار لگے گی میں زخمی ہو جاؤں گی یا کوئی تکلیف ہو گی، نہیں !وہ بچے کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب دیکھا اپنے سینے سے لگایا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس عورت کی حالت کو دیکھو کیا یہ عورت کبھی بچے کو آگ میں ڈالنے والی ہے ؟ جو چھوٹی سی دوری برداشت نہیں کر سکی تھوڑی سی تکلیف برداشت نہیں کر سکی ماں ہے ماں کا دل ہے فوراً سینے سے لگایا۔ کیوں سینے سے لگایا؟ اتنی شدید رحمت کرنے والی ہے ماں اپنے بچوں پر یہ ماں کی رحمت ہے، اللہ تعالیٰ اَرحم الراحمین ہے تمام مخلوقات جو رحم کرنے والے ہیں اُن تمام مخلوقات سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے یہاں تک کہ اس عورت کی اپنے اس بچے پر رحمت جو ہے اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے اور سب سے زیادہ رحم فرماتا ہے اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ کے بندے جہنم میں جائیں یہ تو انسان کی نالائقی اور اس کی بدفعلی ہے اور اس کے اعمال ہیں (سبحان اللہ)۔ ((اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور اس میں یہ بھی دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں ایک رحمت اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مخلوقات کے بیچ میں نازل فرمائی ہے جیسے متفق علیہ حدیث میں آیا ہے (صحیح بخاری، مسلم میں) کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے ہیں اور اس میں سے ننانوے (99) حصے جو ہیں اپنے پاس رکھے ہیں اور ایک حصہ زمین پر نازل کیا ہے اور اس ایک حصے سے تمام مخلوقات ایک دوسرے پر رحم کرتی ہیں یہاں تک کہ ماں بھی اپنے بچے پر اسی ایک رحمت کی بنیاد پر رحم کرتی ہے یعنی جانور بھی جو اپنے بچے کو دودھ پلاتا ہے تو وہ بھی اپنی ٹانگ ہٹالیتا ہے کہ کہیں بچے کو تکلیف نہ ہو یہ اُس رحمت کا حصہ ہے، اور یہ جو باقی رحمتیں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنے بندوں کے لیے رکھی ہوئی ہے (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، تمام مخلوقات ایک دوسرے پر رحم کرتی ہیں، جانور بھی رحم کرتے ہیں، عقلمند لوگ بھی رحم کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت ہی سخت قسم کے اونٹ ہیں یا اونٹنی ہے وہ بھی اپنے پاؤں ہٹا دیتی ہے جب اس کا بچہ اس کے قریب آتا ہے یا دودھ پینے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اُس کے لیے آسانی ہو دودھ پینے میں ،اور اسی طریقے سے جو "السباع الشرسة" جو خونخوار جانور ہوتے ہیں شکاری جانور جو ہوتے ہیں جیسے شیر وغیرہ بھیڑیئے وغیرہ جو ہیں یہ اپنے بچوں پر بہت ہی رحم کرنے والے ہوتے ہیں اگر کوئی بھی اُن بچوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا ہے یا قریب ہوتا ہے تو یعنی اپنی جان قربان کرنے کی پرواہ نہیں کرتے اپنے بچے کا دفاع کرتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے بچے کو یعنی اُس شَر سے محفوظ کر لیتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ثبوت میں جو دلائل ہیں وہ کتاب ہے، سنت ہے، اجماع ہے، اور عقل ہے۔

یہ چار دلائل ہیں اور اگلی نشست میں ان شاء اللہ ان پر بات کریں گے درس کے شروع میں کیونکہ اس کے بعد پھر صفت الرضا جو ہے اس پر بات کریں گے لیکن اس سے پہلے جو ہے اگلے درس میں ان شاء اللہ یہاں سے درس کا آغاز کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ثبوت میں جو دلائل ہیں وہ چار قسم کے ہیں: (۱) قرآن ہے۔ (۲) سنت ہے۔ (۳) اور اجماع ہے۔ (۴) اور عقل ہے۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (34. العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔